ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ڈاکٹر انوار اللہ
لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ
ڈاکٹر امتیاز احمد
لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ
ڈاکٹر رضوان یونس
شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات

تصوف اسلامی میں علم و عمل کا کردار: تاریخی مطالعہ

Dr. Anwarullah
Lecturer, Dept. of Islamic Studies, University of Okara.
Dr. Imtiaz Ahmed
Lecturer, Dept. of Islamic Studies, University of Okara.
Dr. Rizwan Younas
Department of Islamic Studies, University of Gujrat.

The Role of Education and Performnce in Islamic Mysticism: A Historical Study

A large part of this Muslim Ummah is a believer in Sufism and Sufis. The popularity of Sufism has been evident, especially in the Indian subcontinent, as it is a proven historical fact that Sufis have been the first preachers of Islam in this region. In this society, Sofia's social and spiritual services are unforgettable. In the recent past, some scholars and researchers have started calling Sufism and Sufis an anti-Islamic movement. They are mentioned in various books in Urdu and other languages. The research paper under review sheds light on the historical background of Sufism. This research paper examines the views of different scholars and explores the relationship between Sufism and Islam. This research article will guide future researchers in investigating various aspects of Islamic mysticism.

Key Words: *Mysticism, Education, History, Islam, Urdu Language.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تاریخی پس منظر

جب نبی کریم ﷺ کے وصال کو تیس برس گزر گئے تو آپ کے خلفاء راشدین کی جگہ بادشاہوں نے لے لی۔ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں اس کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ ألخلافة فی أمتی ثلاثون سنة ثم ملوک بعدذالک[1] ان بادشاہوں نے ریاست کا نظم و نسق تو سنبھالا لیکن دین کا ایک بہت اہم حصہ تبلیغ واشاعت، تعلیم وتربیت اور تزکیہ وطہارت نظر انداز کر دیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی خلافت راشدہ کے بعد کے حالات لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ”خلافت راشدہ کے اختتام اور بنوامیہ کی حکومت کے استحکام نے (جو اسلامی سے زیادہ عربی تھی) تجدید و انقلاب کی فوری ضرورت پیدا کردی 'قدیم جاہلی رجحانات جو آنحضرت ﷺ کی صحبت و تربیت اور خلافت راشدہ کے اثر سے دب گئے تھے، نیم تربیت یافتہ مسلمانوں اور نئی عربی نسل میں ابھر آئے، حکومت کا محور جس پر اس کا پورا نظام گردش کرتا تھا، کتاب و سنت نہیں رہا، بلکہ عربی سیاست اور ”مصالح ملکی“ بن گیا' تفاخر اور عربی عصبیت کی روح جس کو اسلام نے شہر بدر کر دیا تھا، اور جو بادیہء عرب میں پناہ گزیں تھی، پھر واپس آگئی، قبائلی غرور' خاندانی اجنبہ داری' اعزّہ پروری جو خلافت راشدہ میں سخت عیب اور معصیت شمار ہوتی تھی' ہنر اور محاسن بن گئے، اعمال و اخلاق کے محرکات (بجائے اجر و ثواب کے) جاہلی ناموری' مدح و تعریف اور تفوّق ہو گئے، بیت المال (جو مسلمانوں کے پیسہ پیسہ سے جمع ہوتا تھا) خلیفہ کی ذاتی ملکیت اور خاندانی جاگیر بن گیا تھا، پیشہ ور شعراء' خوشامدی درباریوں اور آبرو باختہ مصاحبین کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا، جس پر مسلمانوں کی دولت بیدریغ صرف ہوتی تھی، اور ان کی بے عنوانیوں سے چشم پوشی کی جاتی تھی۔ گانا سننے کا ذوق اور موسیقی کا انہاک حد کو پہنچ گیا تھا، حکومت کی غلط روی، اور اہل حکومت کی بے دین زندگی سے پوری اسلامی سوسائٹی متاثر ہو رہی تھی، اور ”مترفین“ کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا، جس کے اخلاق قدیم مترفین سے ملتے جلتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ جیسے زخم خوردہ جاہلیت اپنے فاتح حریف سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے، اور چالیس برس کا حساب ایک دن میں پورا کرنا چاہتی ہے۔“[۲]

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بنابریں مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک تووہ جنہوں نے دنیا کو دین پر ترجیح دی اور حکمرانی، اقتدار اور امور سیاست کو اپنا مقصد حیات بنایا، دوسرے وہ جو اہل علم و عرفان اور صاحبان تقویٰ تھے انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا اور انہوں نے تبلیغ دین، تعلیم کتاب و حکمت اور اخلاص و تزکیہ کے ذریعے امت میں روح ایمانی، ذوق علمی اور خلوص عملی کو زندہ رکھا۔ ان میں سے بعض حضرات نے قرآن مجید کی تلاوت اور تفسیر کا کام سنبھالا وہ "قراء" اور "مفسر" کہلائے۔ بعض نے احادیث رسول ﷺ کو جمع کیا، رواۃ کی چھان بین کی، اس فن کے اصول وضوابط، خدوخال وضع کئے اور "محدثین" کہلائے۔ بعض حضرات فقہی احکام کی طرف متوجہ ہوئے اور قرآن و سنت کی مراد معلوم کرنے کے ضوابط طے کر کے احکام شریعت کو فرض، واجب و مندوب اور حرام، مکروہ و مباح میں تقسیم کر دیا، یہ "فقہا" کہلائے۔ بعض نے عقائد اور ایمانیات پر کام کیا، عقائد اسلامیہ کو عقلی دلائل کے ساتھ جمع کیا اور "متکلمین" کے نام سے جانے گئے۔ کچھ حضرات نے مجاہدۂ نفس، باطنی کیفیات، حب الٰہی، شوق رسالت، احسان واستغراق اور خلوص وللّٰہیت کو اپنا مطمع نظر بنایا، ان کو "صوفیاء" کہا گیا۔

صوفیاء کے علاوہ باقی تمام طبقات دین کی خدمت میں بایں طور مشغول ہوئے کہ ان کا کام صرف درس و تدریس اور قیل و قال تک محدود رہا۔ ان میں سے کوئی بھی کتاب و قلم کے دائرے کو عبور نہ سکا۔ اگرچہ ان کی یہ خدمات بھی ناقابل فراموش حقیقت اور ناقابل تردید اہمیت کی حامل تھیں لیکن جو طبقہ روایت و درایت سے آگے بڑھ کر عملی میدان میں اترا وہ "صوفیاء" کا ہی طبقہ تھا۔ صوفیاء کے علاوہ خدمتِ دین کے تمام علمبردار Theory تک رہے صوفیاء نے Practical centres (خانقاہوں) کی بنیاد رکھی۔ اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے جناب شمس بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

> "دوسری صدی ہجری میں مسلک اولین کے پیرو تابعین و تبع تابعین ہی کے نام سے موسوم ہوتے رہے کہ اس عظیم الشان دینی اصطلاح سے فزوں تر اور کوئی نام ان کے لئے نہیں ہو سکتا تھا اور یہ نفوس قدسیہ حتی الوسع سیاسی اقتدار اور فتوحات ملکی کی ہوس کاریوں سے بہت دور دور رہے۔ ان حضرات نے جلوت کے بجائے خلوت کی ترجیح دی، سیاسی ریشہ دوانیوں میں سرگرم عمل ہونے کے بجائے توکل کو اپنا رفیق بنایا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب مسجد میں ہی خالص عبادت گاہوں کی بجائے شاہی درباروں سے تبدیلی ہوتی جارہی ہیں کہ بنوک سناں صاحب اقتدار اپنا خطبہ وہاں پڑھواتا اور اپنے گن گنواتا ہے، مسجدوں میں

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

خون ریزی اور غارتگری کو روا رکھا جارہا ہے اور خوف خدا حائل نہیں ہوتا تو اس صورت میں انہوں نے اپنے گھروں کے گوشوں کو اپنا معبد بنایا اور وہاں بیٹھ کر اپنے شب و روز یادالٰہی میں بسر کرنے لگے۔ اس عہد جہانگیری و جہاں ستانی میں جن لوگوں نے گوشہ ہائے عزلت کو اپنا انیس بنایا اور خون ریزیوں اور خون آشاہوں سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے بند کرکے بیٹھ گئے چونکہ ان کی یہ حالت عہد نبوی ﷺ کے ان دین داروں سے مماثلت قریبہ رکھتی تھی جو ''اصحاب صفہ'' کے نام سے موسوم تھے اور ''صوف پوش'' رہتے تھے اس لئے اس گروہ کو ''صوفی'' اور اس مسلک کو ''تصوف'' کا نام دیا گیا کہ اس سے بہتر اور کوئی نام اور ان کے مسلک کا اور کوئی عنوان نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ تھے وہ حالات جن میں اس نظریہ اور مسلک کی نشوونما ہوئی، ملکی اور سیاسی حالات جیسے جیسے بگڑتے گئے اور اموی، عباسی اور سلجوقی دور میں خون انسانی کی ارزانی ہوتی گئی اسی قدر اس مسلک کو فروغ ہوتا چلا گیا۔"(۳)

''ایسے پر آشوب دور میں ان پاکباز اور نیک بندوں نے دینی و دنیاوی فلاح اسی میں سمجھی کہ اپنے اس مسلک کے نظریات کو اور وسعت دیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے عامۃ الناس کو اس سیاسی تصادم سے بچا کر ایسے گوشوں تک لے آئیں جہاں ہوس ملک گیری کی بجائے تہذیب نفس اور قناعت موجود تھی، جہاں تفسک وماء کے عوض حیات انسانی کا احترام موجود تھا، جہاں شاطرانہ چالوں اور مقصد بر آری کے لئے مکر و کید کے حربوں کے بدلے فضائل اخلاق کی تعلیم دی جاتی تھی، زر و مال کے حصول کے لئے نت نئے حربوں کے استعمال کے بجائے توکل اور صبر و قناعت کا سبق دیا جاتا تھا جس طرح یہ '' نظریہ تصوف'' کے نام سے موسوم ہوا اسی طرح یہ مامون و محفوظ گوشے ''خانقاہ'' یا صومعہ کے نام سے موسوم ہوئے، یہاں پر دینداری، اتباع شریعت، خدا ترسی، صبر و رضا و توکل اور قناعت کا جو عہد لیا جاتا تھا وہ ''بیعت'' کہلاتا۔''(۴)

صوفی کامفہوم ومصداق

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان الہجویری نے کشف المحجوب میں تصوف اور صوفی کے مفاہیم و مطالب کو بیان کرنے کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ وہ لفظ صوفی کو اسم مشتق کی بجائے اسم علم قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"لوگوں نے نام صوفی کی بہت سی تعریفیں بنا رکھی ہیں اور اس بحث میں بہت سی کتابیں بھی تالیف ہو چکی ہیں۔ ایک جماعت تو کہتی ہے کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کمبلی اوڑھتا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بروز قیامت صف اول میں ہوں گے۔ ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ صوفی وہ کہلا سکتا ہے جو اصحاب صفہ کے ساتھ محبت وولا کا رابطہ رکھے۔ ایک فرقہ کہنے لگا کہ صوفی ایک اسم ہے جو صفا سے مشتق ہے۔(۵) یہ اسم عارفوں کے لئے اسمائے اعلام سے ہے۔ کیونکہ اہل تصوف کے خطرات قلبیہ اور امورات حالیہ اس اسم سے کہیں بڑھ کر ہیں، بلکہ در حقیقت لفظ صوفی ان کے صفات باطن کی ترجمانی کے لئے کافی نہیں اور ان کے معاملات تقرب پر اس کی تعریف محیط نہیں ہو سکتی۔(۶) قاضی عالم الدین نے مختلف صوفیاء کی آراء کو بیان کیا ہے۔ وہ یوں رقمطراز ہیں:

لفظِ تصوف کے اشتقاق میں مختلف قول ہیں۔ بعض نے اس کو لفظِ صوف سے مشتق بتایا ہے۔ پس صوفی صُوف پوش کو کہتے ہیں۔ مگر نہ صرف صوف پوش بلکہ اہل تصوف کے ظاہری و باطنی آداب سے آراستہ ہونے کا نام تصوف ہے اور یہی قول بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ صوفی جس کی نسبت لفظ صوف کی طرف کی گئی ہے، لغوی ترکیب کی رو سے بالکل صحیح ہے برخلاف اس کے اگر بقول بعض لفظِ تصوف کا مادہ "صفہ" یا "صفا" یا "صف" قرار دیا جائے تو قیاس لغوی یہ چاہتا ہے کہ اُن کی طرف نسبت کرنے سے الفاظ صفی، صفائی، صفی حاصل ہوں نہ کہ صوفی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض بزرگانِ دین مثلاً حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدّس سرّہ اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس لفظ کو صفا سے مشتق کیا ہے اور اگر یہ اشتقاق صحیح و درست مانا جائے تو بالضرور اس کو بابِ مفاعلہ کا صیغہ ماضی مجہول صُوفِیَ قرار دینا پڑے گا۔ جو کثرت استعمال سے یائے ساکن کے ساتھ پڑھا گیا اور یہی توجیہ قابلِ اعتبار معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اکثر بزرگوں کے کلام میں اسی کی تائید میں یہ شعر موجود ہے۔

و لیس یشھر بالصوفی غیر فتی   صافٰی فصوفی حتّی سمّی الصوفی

یعنی صوفی کے لقب سے ملقّب نہیں ہوتا مگر وہ نوجوان جو صاف ہو پھر صاف کیا گیا ہو حتیٰ کہ اس کا نام صوفی ہو گیا ہو۔ غنیۃ الطالبین کی عبارت یہ ہے:

فھو فی الاصل صوفی علی وزن فوعل ماخوذ من المصافات یعنی عبدا صافاہ الحق عزّوجل ولھٰذا قیل الصوفی من کان صافیا من اٰفات النفس خالیا من مذموماتھا سالکالحمید مذھب ملازما للحقائق غیر ساکن بقلبہ الی احد من الخلائق-

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

یعنی صوفی دراصل فُوعل کا وزن ہے اور مصافات سے مشتق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صوفی وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالی نے صاف کر لیا ہو۔ یعنی جو شخص نفس کی آفتوں اور برائیوں سے صاف ہو اور نیک مذہب پر چلے اور اس کا دل بجز اللہ تعالی کے کسی چیز پر آرام نہ پائے۔

امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت یہ ہے:

تجرید القلب للہ و احتقار ما سواہ و ھو ماخوذ من الصفا لتصیفه القلوب -

یعنی تصوف دل کو محض اللہ تعالی کے لیے علیحدہ کرنے اور اس کے ماسوا کو حقیر جاننے کا نام ہے اور وہ صفا سے مشتق ہے کیونکہ دلوں کو صاف کرتا ہے۔(۷)

تصوف اور صوفی کی تعریف کرنے میں صوفیاء کے درمیان اختلاف اتنی وسعت اختیار کر گیا ہے کہ مبتدی طالب علم کو صوفی کی جامع مانع تعریف تلاش کرتے ہوئے مایوسی ہونے لگتی ہے۔ اس اختلاف کی وجوہات بیان کرتے ہوئے شیخ ضیاؤالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ نے لکھا ہے:

مشائخ صوفیہ کے اقوال تصوف کے بارے میں حالتوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے یا تو اپنے حسب حال جواب دیا ہے یا پوچھنے والے کا مقام جس بات کا متحمل تھا اس کے بموجب جواب دیا ہے۔ اگر سائل مرید ہے تو ظاہر مذہب کے مطابق معاملات کے متعلق جواب دیا گیا ہے اور اگر وہ متوسط درجہ رکھتا ہے تو اس کے احوال کے بموجب اور اگر عارف ہو تو حقیقت کے لحاظ سے۔ ان میں جو کسب کے لحاظ سے زیادہ ظاہر بات ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ تصوف کا اول علم ہے اور اوسط عمل ہے اور آخر موہبت۔ پس علم مراد کو ظاہر کرتا ہے اور عمل طالب کا طلب پر معین و مددگار ہوتا ہے اور موہبت مقصود و مراد کو پہنچائے گا۔(۸)

حق تو یہ تھا کہ تصوف کے بارے اہل تصوف ہی کلام کرتے اور انہی کے کلام کو اس میدان میں حجت مانا جاتا، لیکن کچھ دانشور جو اہل ظاہر ہیں اور علوم باطن کا انکار کرتے ہیں وہ بھی تصوف پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے نظر آتے ہے۔ انہیں دانشوروں میں ایک ڈاکٹر اسرار احمد ہیں۔ انہوں نے تصوف کے بارے لکھا ہے:

''اس ضمن میں میری ذاتی رائے مختلف ہے اور اپنے علم کی حد تک میں اس رائے میں منفرد ہوں۔ میرے نزدیک لفظ ''تصوف'' کا ماخذ یونانی لفظ ''Sophia'' ہے جو بعض علوم کے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ساتھ لاحقے کے طور آتا ہے۔ مثلاً Philiosophy۔ یونانی زبان میں Sophia کا معنی ہے wisdom یعنی حکمت و دانائی، اور Sophos حکیم و دانا (wise) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لفظ تصوف ور حقیقت Theosophy سے بنا ہے جو عرفان و معرفتِ خداوندی کا علم ہے۔ theo کا لفظ یونانی زبان میں مذہبی معاملات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سے Theocracy کی اصطلاح بنی ہے جو مذہبی لوگوں کی حکومت کے لیے استعمال ہوتی ہے اور میں نے بارہا کہا ہے کہ میں اس ضمن میں مولانا مودودی مرحوم کی رائے کو بالکل صحیح سمجھتا ہوں کہ اسلامی ریاست نہ تھیو کریسی ہے اور نہ ڈیمو کریسی، بلکہ یہ ایک "تھیو ڈیمو کریسی" ہے، کیونکہ اس میں "theo" اور "demo" دونوں عنصر جمع ہیں۔ بالکل اسی طرح کا معاملہ کا theosophy بھی ہے۔ چنانچہ یہ لفظ آج بھی استعمال ہوتا ہے، اور در حقیقت تصوف کا لفظ یہیں سے آیا ہے اور یہ بات ہر شخص کے علم میں ہے کہ دوسری صدی ہجری کے دوران یونانی فلسفہ اور نو افلاطونی تصوف کا ایک بہت بڑا اسیلاب عالم اسلام پر آچکا تھا۔ لفظ تصوف کے اشتقاق کے بارے میں میری ذاتی رائے ہے، کوئی اسے قبول کرنا چاہے تو کرے، نہ کرنا چاہے تو رد کر دے۔ بہر حال اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تصوف کی اصطلاح مجہول الاصل ہے۔(۹)

ڈاکٹر اسرار احمد کا خیال ہے کہ وہ اس رائے کو قائم کرنے میں منفرد ہیں، حالانکہ ابو ریحان البیرونی "کتاب الہند" میں سینکڑوں برس پیشتر ایسے ہی خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

"بعض کا خیال ہے کہ حقیقی وجود صرف علت اولی کا ہے اس لیے کہ وہ اپنے وجود کے لیے کسی اور کا محتاج نہیں جبکہ دوسری تمام اشیاء اس کی محتاج ہیں اور جو چیز اپنے وجود کے لیے دوسرے کی محتاج ہے اس کا وجود خواب کی طرح غیر حقیقی ہے اور موجود حقیقی صرف واحد اول ہے۔ یہی رائے صوفیوں یعنی حکیموں کی بھی تھی کیونکہ یونانی زبان میں صوف، حکمت و دانائی کو کہتے ہیں اور اسی لفظ سے فلسفی (فیلا سوفوئی) بنا ہے جس کے معنی ہیں، عقل دوست یا محب حکمت۔ جب بعض مسلمانوں نے ان فلسفیوں کے نظریات سے ملتے جلتے نظریات کو اپنایا تو ساتھ میں ان کے نام کو اختیار کر لیا۔ بعض لوگ جو اس لفظ کے صحیح معنی سے واقف

نہیں تھے، سے غلطی سے عربی لفظ صفہ کا مترادف سمجھ بیٹھے اور ان صوفیوں کو حضرت محمد ﷺ کے اصحاب صفہ تصور کر لیا۔ پھر بعد کے زمانے میں اس میں تحریف ہوئی اس کی وجہ سے اسے صوف (بھیڑوں کا اون) کا مشتق سمجھا جانے لگا۔ ابو الفتح البوسطی نے اس غلطی کا ازالہ کرنے کی قابل تعریف کوشش کی۔ وہ کہتا ہے سلف سے لوگوں میں لفظ صوفی کے معنوں کے بارے میں اختلاف چلا آتا ہے اور اسے صرف (اون) کا مشتق سمجھا جاتا رہا۔ لیکن میرے نزدیک اس کا مطلب، پاکباز نوجوان، ہے (صافی نوجوان) یہی لفظ بگڑ کر صوفی ہو گیا اور اپنے موجودہ معنی میں اس کا اطلاق مفکرین کے ایک مخصوص طبقے یعنی صوفیوں پر ہونے لگا۔" (۱۰)

دور حاضر کے پروفیسر احمد رفیق اختر نے اس رائے کو مسترد کر دیا ہے۔ ان کے خیال میں صرف گفتگو کا نام تصوف نہیں ہو سکتا۔ وہ جذبات، احساسات اور اعمال کے بغیر تصوف کو مکمل نہیں سمجھتے۔ ان کی نظر میں تصوف ایک کامل سائنس ہے۔ ان کی رائے ہے:

"کہا تو جاتا ہے کہ لفظ تصوف کے چار مشتق ہیں، کسی نے کہا کہ یہ Grece کے Sophist سے نکلا ہے۔ Sophist سے لفظ Sophistry نکلا ہے، جس کا مطلب بلاغت میں اور فصاحت میں وہ نازک ترین عقل ہے جو معاملات کو سلجھانے کے قابل ہوتی ہے۔ وہ نفاست جو کسی انسان کے باطن کا حصہ بن جائے اسے ہم کہتے ہیں مگر اس میں جعل سازی بھی آتی ہے۔ بسا اوقات بہت ساری گفتگو کے باوجود ایک بات واقع نہیں ہوتی جسے قرآن حکیم کہتا ہے لما تقولون ما لا تفعلون (تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو) کہ بہت ساری خوبصورت گفتگو میں بھی تصوف نہیں ہوتا، بہت سارے لوگ صرف متصوف ہوتے ہیں۔ تصوف کی باتیں بہت، شاعری بہت... جملے میں، نقطے میں، سننے میں اور کہنے میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جو صوفیانہ سمجھی جاتی ہیں اور آج کل خصوصاً سمجھی جاتی ہیں مگر وہ تصوف نہیں ہوتا۔ تصوف " science of the sciences" جو چیز آج تک زمانے کو پتہ نہیں چلی، جہاں تک آج کا سائنسدان نہیں پہنچا وہ یہ ہے کہ emotions بھی sciences ہیں، feelings بھی sciences ہیں، جذبہ بھی سائنس ہے مگر چونکہ ابھی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تک سائنسدان اس حقیقت کو نہیں پا سکے کہ ان جذبوں اور emotions کے اصول کیا ہیں اس لیے ہم ان کو non scientific سمجھتے ہیں۔[۱۱]

تصوف کے مخالفین و موافقین

تصوف کا موضوع بہت معرکۃ الآراء ہے۔ تصوف کے مخالفین اور موافقین نے اس موضوع پر اپنے اپنے دلائل دیتے ہوئے سینکڑوں کتب تصنیف کر دی ہیں۔ بعض حضرات کے صوفیاء کے خلاف انتہائی منفی خیالات ہیں۔ انہیں صوفیاء اور تصوف سے چڑ ہے۔ وہ تصوف کو "بدعت" اور "افیون" سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں صوفیاء عیسائی راہبوں اور ہندو سادھوؤں اور قدیم یونانی فلسفے سے متاثر ہیں۔ بعض تو صوفیاء کو امراء اور حکمرانوں کی پیداوار اور آلہ ءکار ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ ان محققین میں زیادہ تر مستشرقین ہیں اور بعض آزاد رائے رکھنے والے اسلامی محققین۔ ذیل میں جولین بالڈک کی کتاب "Mystical Islam" کی تلخیص سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

> "عباسی حکومت نویں صدی میں اپنے عروج کی حدوں کو چھو رہی تھی اور ثقافتی سرگرمیاں بھی زوروں پر تھی جب کہ عراق کی شہری زندگی بھی آسائشوں کے حوالے سے اوج ثریا پر تھی تاہم ڈاکہ زنی اور راہزنی کی وارداتیں عام تھیں اور ظالمانہ کاروائیاں بھی کسی طرح کم نہ تھیں۔ پہلے پہل یہی خیال عام تھا کہ شاید صوفیاء کی تحریک دولت کے ارتکاز اور امراء کے اللوں تللوں کے رد عمل کے طور پر سامنے آئی لیکن اب مختلف شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریہ اس دور کے مراعات یافتہ طبقے اور شہروں کے بسنے والے نسبتاً امیر لوگوں کے اختراع پر مبنی ہو سکتا ہے جنہوں نے رہبانیت کو محض اس لیے ہوا دی تاکہ اپنی دنیاوی آسائشوں کا تحفظ کر سکیں۔ اس وقت نسخے ہاتھوں سے لکھے جاتے تھے اس لیے کتابیں خاصی مہنگی ہوتی تھیں۔ دسویں صدی کے وسط میں جو پچاس سال کا صوفیاء کی تحریک کے حوالے سے قحط الرجال آیا اس کے پیچھے عراق کا معاشی بحران تھا جس نے لٹریچر کو بھی متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ منصور حلاج اور ترمذی کے درمیانی وقفے میں مکمل خاموشی طاری رہی۔ دسویں صدی کے اس اقتصادی بحران نے سیاسی اور مذہبی تبدیلیوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔"[۱۲]

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

جدید دور کے کچھ اسلامی اسکالرز بھی مستشرقین کی روش کو اختیار کرتے ہوئے تصوف کو کسی طرح بھی جواز فراہم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انہیں تصوف میں خرافات، رہبانیت، ترک سنت، بدعت، سازش اور جہالت کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اس طرح کی شدید مذمت گذشتہ زمانے میں علامہ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) بھی کر چکے ہیں لیکن اس وقت کے اکابر علماء اور عوام جو پہلے ابن تیمیہ کے فضائل میں رطب اللسان رہتے تھے، جمہور کی مخالفت ، اجماع امت سے انحراف اور اکابرین آئمہ وصحابہ پر شدید تنقید کی وجہ سے علامہ کے مخالف ہو گئے اور اس وقت کے بادشاہ ملک الناصر کو انہیں قید کرنا پڑا چنانچہ انہوں نے قید خانہ میں ہی وفات پائی (۱۳)

اس طرح ابن تیمیہ کی زندگی میں ان کے نظریات کو مقبولیت حاصل نہ ہو سکی لیکن ان کے انتقال کے تقریبا چار سو سال بعد سرزمین عرب میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے۔ انہوں نے شدت پسندی، سخت گیری اور نظریاتی اعتبار سے ابن تیمیہ کی معنوی اولاد ہونے کا ثبوت دیا۔ جب دولت عثمانیہ کو سلطنت برطانیہ سے خطرات لاحق ہوئے تو ترکوں نے اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے کے لئے صوفیاء کا سہارا لیا اور مسلمانوں کو خلافت عثمانیہ کے جھنڈے تلے متحد کرنے کی کوشش کی (۱۴) تو محمد بن عبدالوہاب نے محمد بن سعود کے ساتھ مل کر ترکوں کے خلاف محاذ قائم کیا۔ (۱۵) جس میں آخرکار محمد بن سعود کامیاب ہوئے۔ آج بھی سرزمین عرب پر سعودی حکومت قائم ہے ۔ برصغیر پاک وہند میں محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کے ایک زلہ ربا احسان الٰہی ظہیر ہیں۔ وہ تصوف کی تردید میں پیش پیش ہیں۔ ان کی کتاب کا ایک اقتباس ہے:

> "صحابہ کرام، تبع تابعین کے بعد جو لوگ آئے وہ مکمل طور پر حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے نہیں تھے۔ چونکہ دورِ نبوت کو گزرے کافی عرصہ ہو چکا تھا لہٰذا رہن سہن اور طرز زندگی میں بہت سی خرافات شامل ہو گئیں۔ نمود و نمائش اور خوشحالی کا دور آ گیا۔ آسمان اور زمین کی ساری نعمتیں ان کے لیے اکٹھی ہو گئیں۔ زمین کے سارے خزانے ان کے سامنے کھل گئے۔ مختلف ممالک فتح ہوئے اور وہاں کی ساری خرافات بھی ان علاقوں میں آنے لگیں۔ فاتحین تو دنیا کی نعمتیں اور مزے لوٹنے لگے مگر جو لوگ اس سے متاثر ہوئے انہوں نے خانقاہوں اور مزارات کا سہارا لیا اور دنیا سے فرار اختیار کیا۔ دراصل یہ نعمتوں اور آسائشوں والی زندگی کا ردعمل تھا اور جس طرح بعض لوگ دنیاوی آسائشوں میں افراط و تفریط کا شکار ہو گئے، اسی طرح یہ لوگ دینی معاملے میں غلو کا شکار ہو گئے۔

انہوں نے اپنے اوپر تقدس اور پاکی کا رنگ اوڑھ لیا اور نیک لوگوں کی شہرت اختیار کرلی۔ خانقاہوں اور مزاروں کا سہارا لینے کی اور بھی بہت ساری وجوہات تھیں، اس زمانے میں کافروں کی سازشیں بھی اپنے عروج پر تھیں جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان بہت سے نئے فلسفے داخل کئے اور زندگی کے متعلق مسلمانوں کی رائے وہ نہ رہی جو حضور ﷺ کے دور میں تھی۔ چنانچہ تصوف کی ایک مخصوص صورت ابھر کر سامنے آئی، تصوف ایک مسلک بن گیا اور بعض لوگوں نے اسے گلے لگایا اور اس مسلک کے پیروکار بن گئے۔ سادہ لوگ غور و فکر کے بغیر ہی اس میں داخل ہوتے گئے۔ انہوں نے سوچ و بچار کئے بغیر صوفیوں کی باتیں ماننا شروع کردیں۔ انہیں یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ اس مسلک کی اصل اور بنیاد کیا ہے؟ وہ تو اپنی سادگی میں تقرب الی اللہ اور نیکی کے لیے اس راستے کو اختیار کر رہے تھے۔ مگر یہاں تو معاملہ الٹ ہی تھا۔ چونکہ ان لوگوں پر قناعت اور سادگی کا پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے عام طور پر سادہ لوح لوگ ان کی اصل نہ پہچان سکے۔ حالانکہ اسلام کو تباہ کرنے کے لیے ایک سازش تھی اور اسلام کے قلعے میں یہ ایک عظیم نقب تھی۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام میں اپنے افکار، خیالات داخل کرنے کے لیے یہ راستہ اپنایا۔ اسی طرح زرتشیوں، مجوسیوں، ہندوؤں، بدھوؤں اور یونانی فلسفہ کے پیروکاروں نے بھی تصوف کے ذریعے ہی اپنے خیالات اسلام میں داخل کئے، مثلاً صوفیوں کی تعلیمات میں اسلام کے تنسیخ اور شریعت کا ابطال وحدۃ الوجود کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کا مسلک وحدۃ الادیان کا ہے جو اسلامی تعلیم کے سراسر مخالف ہے۔ صوفیوں کے نزدیک نبوت کا سلسلہ جاری ہے، ان کے نزدیک ولی کو انبیاء اور رسل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ یہ تعلیم حاصل کرنے کی مخالفت کرتے ہیں اور شریعت اور حقیقت کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔ جھوٹے واقعات اور من گھڑت کہانیوں کو پھیلانا ان کا وتیرہ ہے اور جھوٹی باتوں کو پھیلانے کے لئے یہ کرامات کا سہارا لیتے ہیں۔"(۱۶)

اگرچہ احسان الٰہی ظہیر نے اپنی تصنیف کو صوفیاء کی نئی پرانی کثیر کتب کے حوالوں سے مزین کیا ہے لیکن ان کے مؤقف کو جان کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صوفیاء کی زندگیوں کا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا اور نہ وہ

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ان پر خلوص شخصیات کے بارے ایسی رائے قائم نہ کرتے۔ بھلا صوفیاء جنہوں نے اپنی زندگیوں کو سنت اور شریعت کی ترویج کے لئے وقف کیا ہوتا ہے وہ اسلام کے خلاف کے سازش کیوں کرنے لگے؟ صوفیاء کے نزدیک سنن ہدیٰ تو بہت بڑی بات ہے، سنن زوائد کا ترک بہت بڑا عیب شمار ہوتا ہے۔ وہ حضرات دوسروں کے مقابلے میں اپنی ذات پر سنت کے نفاذ میں بہت زیادہ حریص ہوتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ جن کا برصغیر پاک وہند میں اسلام اور تصوف کی اشاعت میں بنیادی اور اہم کردار ہے، ان کے ملفوظات میں سنت کی پابندی کا یوں ذکر ہے:

> ''پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا شام کی نماز کا وقت قریب آ گیا۔ خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ تجدید وضو کے دوران انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے۔ ہاتف غیبی کی آواز ان کے کانوں میں آئی کہ ''اے اجل! دعویٰ تو ہمارے محمد ﷺ کی دوستی کا کرتے ہو اور پھر اس کے امتی بھی بنتے ہو مگر اس کی سنت کے تارک بھی ہو۔'' اس کے بعد خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے قسم کھائی کہ اس دن سے لے کر اپنی وفات تک میں رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت کو ترک نہیں کروں گا۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کو بہت متفکر اور پریشان دیکھا میں نے پوچھا جناب کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں اس دن سے جس دن کہ میں نے وضو کرتے وقت انگلیوں کا خلال نہیں کیا تھا حیرت میں ہوں کہ میں کل بروز قیامت خواجہ کائنات ﷺ کو اپنا منہ کیسے دکھاؤں گا؟[۱۷]

سید ابوالاعلیٰ مودودی متاخرین صوفیاء کے تصوف کی تردید کرتے ہیں اور متقدمین صوفیاء کی تائید کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ صوفیاء کی مخالفت میں محمد بن عبدالوہاب اوران کے اتباع سے ایک درجہ پیچھے ہیں۔ کیونکہ وہ تصوف کو اسلام کے خلاف سازش قرار نہیں دیتے۔ لیکن سمجھتے ہیں کہ متاخرین صوفیاء نے تصوف میں غیر اسلامی امور کو داخل کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''تصوف کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے، بلکہ بہت سی مختلف چیزیں اس نام سے موسوم ہو گئی ہیں۔ جس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں وہ اور چیز ہے، جس تصوف کی ہم تردید کرتے ہیں وہ ایک دوسری چیز ہے اور جس تصوف کی ہم اصلاح چاہتے ہیں وہ ایک تیسری چیز ہے۔ ایک تصوف وہ ہے جو اسلام کے ابتدائی دور کے صوفیا میں پایا جاتا تھا۔ مثلاً فضیل بن عیاض،

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ابراہیم ادھم، معروف کرخی، وغیر ھم رحمہم اللہ۔ اس کا کوئی الگ فلسفہ نہ تھا، اس کا کوئی الگ طریقہ نہ تھا، وہی افکار اور وہی اشغال و اعمال تھے جو کتاب و سنت سے ماخوذ تھے، اور ان سب کا وہی مقصود تھا جو اسلام کا مقصود ہے، یعنی اخلاص للہ اور توجہ الی اللہ، وما امروا الا لیعبدو اللہ مخلصین له الدین حنفآء۔اس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور صرف تصدیق ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو زندہ اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا تصوف وہ ہے جس میں اشراقی اور رواقی اور زرتشتی اور ویدانتی فلسفوں کی آمیزش ہوگئی ہے، جس میں عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کے طریقے شامل ہوگئے ہیں، جس میں مشرکانہ تخیلات و اعمال تک خلط ملط ہوگئے ہیں۔ جس میں شریعت اور طریقت اور معرفت الگ الگ چیزیں—ایک دوسرے سے کم و بیش بے تعلق، بلکہ بسا اوقات باہم متضاد بن گئی ہیں اور جس میں انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے فرائض کی انجام دہی کے لیے تیار کرنے کے بجائے اس سے بالکل مختلف دوسرے کاموں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کو مٹانا خدا کے دین کو قائم کرنے کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا جاہلیت جدیدہ کو مٹانا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک اور تصوف بھی ہے جس میں کچھ خصوصیات پہلی قسم کے تصوف کی اور کچھ خصوصیات دوسری قسم کے تصوف کی ملی جلی پائی جاتی ہیں۔ اس تصوف کے طریقوں کو متعدد ایسے بزرگوں نے مرتب کیا ہے جو صاحب علم تھے، نیک نیت تھے، مگر اپنے دور کی خصوصیات اور پچھلے ادوار کے اثرات سے بالکل محفوظ بھی نہ تھے۔ انہوں نے اسلام کے اصلی تصوف کو سمجھنے اور اس کے طریقوں کو جاہلی تصوف کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی پوری کوشش کی، لیکن اس کے باوجود ان کے نظریات میں کچھ نہ کچھ اثرات جاہلی فلسفہ تصوف کے، اور ان کے اعمال و اشغال میں کچھ نہ کچھ اثرات باہر سے لیے ہوئے اعمال و اشغال کے باقی رہ گئے جن کے بارے میں ان کو یہ اشتباہ پیش آیا کہ یہ چیزیں کتاب و سنت کی تعلیم سے متصادم نہیں ہیں، یا کم از کم تاویل سے انہیں غیر متصادم سمجھا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں اس تصوف کے مقاصد اور نتائج بھی اسلام کے مقصد اور اس کے مطلوبہ نتائج سے کم و بیش مختلف ہیں۔ نہ اس کا مقصد واضح طور پر انسان کو فرائض خلافت کی ادائیگی کے لیے تیار کرنا اور وہ چیز بنانا ہے جسے قرآن

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

نے لتکونوا شھدآء علی الناس کے الفاظ میں بیان کیا ہے، اور نہ ان کا نتیجہ ہی یہ ہو سکا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایسے آدمی تیار ہوتے ہیں جو دین کے پورے تصور کو سمجھتے اور اس کی اقامت کی فکر انہیں لاحق ہوتی اور وہ اس کام کو انجام دینے کے اہل بھی ہوتے۔ اس تیسری قسم کے تصوف کی نہ ہم کلی تصدیق کرتے ہیں اور نہ کلی تردید۔ بلکہ اس کے پیروؤں اور حامیوں سے ہماری گذارش یہ ہے کہ براہِ کرم بڑی بڑی شخصیتوں کی عقیدت کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے آپ اس تصوف پر کتاب و سنت کی روشنی میں تنقیدی نگاہ ڈالیں اور اسے درست کرنے کی کوشش کریں نیز جو شخص اس تصوف کی کسی چیز سے اس بناء پر اختلاف کرے وہ اسے کتاب و سنت کے خلاف پاتا ہے، تو قطع نظر اس سے کہ آپ اس کی رائے سے موافقت کریں یا مخالفت، بہر حال اس کے حق تنقید کا انکار نہ فرمائیں اور اسے خواہ مخواہ نشانہ ملامت نہ بنالگیں۔"(۱۸)

ڈاکٹر اسرار احمد بھی تصوف کے چنداں حمایتی نہیں لیکن ان کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف کا عنوان اجنبی ہے۔ ان کے نزدیک تزکیہ اوراحسان کی تحریک کے علمبرداروں اور قرآن سنت کے شیدائیوں میں دوری کی بڑی وجہ نام کی غلطی ہے کہ انہوں نے اس راہ کا نام تصوف اور اس راہ کو اختیار کرنے والوں کا نام صوفیا رکھ دیا۔ وہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"اس ہمالیہ ایسی غلطی کا دوسرا نتیجہ وہ نکلا جو میرے نزدیک پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یعنی کتاب و سنت کے شیدائیوں میں اس سے بُعد پیدا ہو گیا۔ گویا عنوان سے بُعد ہوا تو اس کے contents سے بھی دوری پیدا ہو گئی اور نتیجتاً ظاہر پرستی باقی رہ گئی۔ اگرچہ صرف عنوان ہی کی وجہ سے بُعد نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی دیگر وجوہات بھی تھیں جنہیں ہم آگے چل کر سمجھیں گے۔ تاہم واقعہ یہ ہے کہ قلبی و ذہنی بُعد کا آغاز عنوان کی تبدیلی ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اور دوری کے اس عمل (phenomenon) کا نقطۂ عروج ہے محمد بن عبد الوہاب کی شخصیت۔ تصوف پر اس انداز سے اعتراض کیا جائے کہ یہ دورِ نبوی ﷺ کے بعد کی پیداوار ہے تو جواباً کہا جاتا ہے کہ دیگر علوم بھی تو حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے۔ لیکن تصوف کے سوا دیگر علوم کے عنوانات قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"تفسیر" کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے: "احسن تفسیرا" اور یہ لفظ دورِ صحابہ میں بھی مستعمل تھا۔ اسی طرح تفقہ کا لفظ قرآن میں ہے، اور حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ "اللّٰھم فقہہ فی الدین"۔ یہ دوسری بات ہے کہ علم دین کے ایک خاص شعبہ کو فقہ کہہ دیا لیکن یقیناوہ بھی تفقہ کا جزو ہی ہے۔ اسی طرح حدیث کا لفظ بھی قرآن میں ہے: "فبای حدیث بعدہ یؤمنون"۔ یہ قرآن بھی حدیث ہی ہے لیکن قرآن حدیثُ اللہ ہے، اور جسے اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں وہ حدیث رسول ﷺ ہے۔ لہذا ہمارے تمام دینی علوم کا منبع و سرچشمہ قرآن اور حدیث رسول ﷺ ہیں اور ان کے عنوانات بھی قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ ہیں۔ لہذا میں اس دلیل کو تسلیم نہیں کرتا کہ جیسے اور دینی علوم ہیں ویسے ہی تصوف بھی ہے۔ اس لیے کہ آپ نے عنوان ہی جدا کر دیا اور ایک لفظ اختیار کر لیا جس کا کتاب و سنت کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق نہیں اور مستزاد یہ ہے کہ اس کا یہ بھی کچھ پتہ نہیں کہ یہ لفظ کہاں سے آیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص کو کتاب و سنت سے لگاؤ اور تمسّک ہے اور جس کی شخصیت میں کتاب و سنت راسخ ہو چکے ہیں اسے یقینا تصوف سے بُعد نہ سہی حجاب تو ضرور محسوس ہو گا۔ لہذا تصوف سے بُعد کی پہلی وجہ تو اس کا اجنبی عنوان ہی ہے اور اس میں دیگر اسباب کی وجہ سے اضافہ ہوتا چلا گیا کیونکہ اس فکر میں جو بیرونی نظریات اور فلسفے آئے، ان سے وہ حجابات بڑھتے گئے، یہاں تک کہ انہوں نے منافرت کی شکل اختیار کر لی۔"(۱۹)

سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی درج ذیل عبارت شاید ڈاکٹر اسرار احمد کے اس اعتراض کا جواب ہو سکے۔ کتاب "اکابر کا سلوک واحسان" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"تصوف کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ جہاں تک اس کے مقصد و حقیقت کا تعلق ہے وہ ایک متفق علیہ اور بدیہی حقیقت ہے لیکن اس کو انہی دو چیزوں نے نقصان پہنچایا کہ ایک وسائل کے بارے میں غلو اور افراط سے کام لینا دوسرے اصطلاحوں پر غیر ضروری حد تک زور دینا اور اس پر بیحد اصرار کرنا۔ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اخلاص و اخلاق ضروری ہیں یا نہیں؟ یقین کا پیدا ہونا مطلوب ہے یا نہیں؟ فضائل سے آراستہ ہونا اور رذائل سے پاک ہونا، حسد، کبر، ریا، بغض اور کینہ، حب مال، حب جاہ اور دوسرے اخلاق ذمیمہ سے نجات پانا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

نفس امارہ کی شدید گرفت سے خلاصی پانا کسی درجہ میں ضروری یا مستحسن ہے یا نہیں؟ نماز میں خشوع و خضوع، دعا میں تضرع و ابتہال کی کیفیت، محاسبۂ نفس کی عادت اور سب سے بڑھ کر اللہ و رسول ﷺ کی محبت، حسی حلاوت و لذت کا حصول یا کم سے کم اس پر شوق و اہتمام، صفائی معاملات، صدق و امانت اور حقوق العباد کی اہمیت اور فکر نفس پر قابو رکھنا، غصہ میں آپے سے باہر نہ ہو جانا کسی درجہ میں مطلوب ہے یا نہیں؟ تو ہر سلیم الفطرت انسان اور خاص طور پر وہ مسلمان جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی نہیں ہے یہی جواب دے گا کہ یہ چیزیں نہ صرف مستحسن بلکہ شرعاً مطلوب ہیں اور سارا قرآن اور حدیث کے دفتر اس کی ترغیب و تاکید سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن اگر کہا جائے کہ انہیں صفات کے حصول کا ذریعہ وہ طریق عمل ہے جس کو بعد کی صدیوں میں تصوف کے نام سے پکارا جانے لگا تو اس کے سنتے ہی بعض لوگوں کی پیشانی پر شکن پڑ جائے گی، اس لئے کہ اس اصطلاح میں اُن کو وحشت ہوتی ہے اور اس کے بعض بر خود غلط علمبر داروں اور دعوے داروں کے متعلق ان کے تجربات نہایت تلخ ہیں، ان کے حافظہ میں اس وقت وہ واقعات اُبھر آتے ہیں جو ان کو معاملہ کرنے یا اُن کو قریب سے دیکھنے پر اُن کے ساتھ پیش آئے۔ لیکن یہ صرف تصوف ہی نہیں ہر علم و فن ہر اصلاحی دعوت اور ہر نیک مقصد کا حال ہے کہ اس کے حاملین و عاملین ہیں اور اس کے داعیوں اور دعوے داروں میں اصلی و مصنوعی، محقق و غیر محقق، پختہ و خام، یہاں تک کہ صادق و منافق پائے جاتے ہیں اور ان دونوں نمونوں کی موجودگی سے کوئی حقیقت پسند انسان بھی اس ضرورت کا منکر اور سرے سے اس فن کا مخالف نہیں بن جاتا۔ دنیاوی شعبوں کا حال بھی یہی ہے کہ تجارت ہو یا زراعت، صنعت ہو یا ہنر، ہر ایک میں کامل و ناقص اور رہبر و رہزن دونوں پائے جاتے ہیں۔ لیکن دین و دنیا کا نظام اسی طرح چل رہا ہے کہ آدمی اپنے کام سے کام رکھتا ہے اور ناقصوں یا مدعیوں کی وجہ سے اس دولت سے محرومی اور اس مقصد سے دست برداری اختیار نہیں کرتا اور کسی اصطلاح سے عدم اتفاق کی وجہ سے وہ اصل حقیقت کو نہیں ٹھکراتا۔ شاعر نے صحیح کہا ہے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا غوّاص کو مطلب ہے گُہر سے کہ صدف سے تصوف کے سلسلہ میں دو گروہ پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو تمام اجزاء کو علیحدہ علیحدہ تسلیم کرتا ہے لیکن جب اس کے مجموعہ کو کوئی نام دیدیا جاتا ہے تو وہ اس سے انکار کر دیتا ہے۔ ہم نے اوپر جن مقاصد وصفات کا ذکر کیا ہے وہ تقریباً سب لوگوں کو علیحدہ علیحدہ تسلیم ہیں لیکن جب کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں نے (کسی وجہ سے) اس کے مجموعہ کا نام تصوف رکھ دیا ہے تو فوراً تیوری پر بل پڑ جاتے ہیں اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تصوف کو نہیں مانتے اور تصوف نے بڑا نقصان پہنچایا ہے اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ اگر کوئی اسی حقیقت کا نام بدل کر پیش کرے اس کو قبول کرلیتا ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں اس کا نام تزکیہ، حدیث کی اصطلاح میں اس کا نام احسان اور بعض علماء متاخرین کی اصطلاح میں اس کا نام فقہ باطن ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں اور یہ سب چیزیں منصوص ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت تک لکھی ہوئی ساری کتابوں میں نہ ترمیم ہو سکتی ہے اور نہ زبان خلق کو جو نقّارہ خدا کہی گئی ہے روکا جاسکتا ہے۔ ورنہ اگر ہمارے اختیار کی بات ہوتی تو ہم اس کو تزکیہ و احسان کے لفظ سے یاد کرتے اور تصوف کا لفظ ہی استعمال نہ کرتے، لیکن اب اس کا معروف نام یہی پڑ گیا ہے اور یہ کسی فن کی خصوصیت نہیں، علوم وفنون کی ساری تاریخ اسی طرح کی مروجہ اصطلاحات سے پُر ہے۔ محققین نے ہمیشہ مقاصد پر زور دیا اور وسائل کو وسائل کی حد تک رکھا اسی طرح اُنہوں نے بڑی جرأت اور بلند آہنگی سے ان چیزوں کا انکار کیا جو اس کے روح و مغز اور اصل مقاصد سے نہ صرف خارج بلکہ ان کے منافی اور اکثر اوقات ان کے لیے مضر ثابت ہوتی ہیں۔ تاریخ اسلام میں کوئی ایسا دور نہیں گذرا کہ اس فن کے داعیوں، معلموں اور اہل تحقیق نے مغز و پوست، حقائق و اشکال اور مقاصد و رسوم میں فرق نہ کیا ہو۔"(۲۰)

تصوف پر ہونے والے اعتراضات کی ممکنہ وجوہات کیا ہو سکتی ہیں۔ ذیل میں دیئے گئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے اقتباس سے ان امکانات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

''تصوف کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے کہ زمانہ حاضر کے محققین کے طریقے اور ان کا تصور تناسب اسے غالباً دوسرے تمام مضامین سے کم اپنے دام میں لا سکتا ہے۔ مغربی علماء کی یہ خدمت قابل تعریف ہے کہ انہوں نے تصوف کی کتابوں کے ترجمے کیے، لیکن ان کی کوتاہیاں بھی اتنی عام ہیں کہ ان کی فہرست پیش کی جا رہی ہے:

(الف) لفظ تصوف کے معنی پر اس کی وسعت کو کم کرنے والے تضمنات عائد کرنے کا غیر شعوری رجحان جن سے انگریزی لفظ (اصطلاح) mysticim کا مدلول مغربی یورپ ہی میں محدود ہو گیا ہے۔

(ب) مذہب تصوف اور ایک فلسفیانہ نظام کے فرق کو سمجھنے سے قاصر رہنا۔

(ج) نتیجتاً یہ سمجھنے سے قاصر رہنا کہ صوفی مسلسل طور پر ایک نقطہ نگاہ کو چھوڑ کر دوسرے نقطہ نگاہ کو اختیار کرتے رہتے ہیں اور ہر نقطہ نگاہ کو اس طرح دل و جان سے اختیار کرتے ہیں کہ صرف صوفی ہی اس کے اہل ہیں اور وہ اکثر (خاص کر جب وہ صوفی عرب ہوں) ایسے قطعیت کے لہجے میں اس نقطہ نگاہ کی توثیق کرتے ہیں کہ گویا اس کے سوا کوئی دوسرا نقطہ نظر ممکن ہی نہیں۔

(د) آج کل کے محققین، جو جماعت بندی کا ذوق مفرط رکھتے ہیں، صوفیوں کے درمیان سطحی اختلاف آراء پر بہت زور دیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو بظاہر متضاد متصوفانہ نظام ہائے عقائد میں جو بنیادی مطابقت ہے، اسے سمجھنے سے یہ محقق قاصر رہ جاتے ہیں۔

(ہ) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر قسم کے تصوف میں ''سکوت'' نہایت اہم فریضہ سر انجام دیتا ہے، لہذا وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ تاریخ ادبِ تصوف کو تاریخ تصوف کے مرادف نہیں سمجھا جا سکتا (اور تحریر شدہ مواد کسی اعتبار سے بھی تصوف کے ارتقاء کا صحیح اندازہ نہیں ظاہر کر سکتا)۔

(و) چار صدیوں میں مسلسل و متواتر تعصب جمع ہوتا رہا، جس کا میلان پہلے مذہب نوع پرستی (humanism) کی جانب تھا، اس کے بعد تکامل تدریجی کے عقیدے (evolutionism) نے اسے بد سے بدتر کر دیا، لہذا مغربی علماء اس امر کے سمجھنے سے قاصر رہے کہ روحانیت کی کوئی ایسی شکل بھی ہو سکتی ہے جو کسی تدریجی ترقی کے بغیر تقریباً فی الفور درجہ کمال کو پہنچ سکتی ہے۔

(ز) اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خود صوفیاء تصوف کے آغاز کے متعلق جس اتفاق آراء کا اظہار کرتے ہیں انہیں مستشرقین بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔''[۲۱]

ڈاکٹر طاہر القادری نے صوفیاء کے مخالفین اور جاہل صوفیاء کو اس مسئلے کی دو انتہائیں قرار دیتے ہوئے حقیقت تصوف کو روح انسانی کی معراج ثابت کیا ہے۔ ان کے نزدیک جہاں روحانی نظام کی مخالفت کرنے والے بہت بڑی غلطی پر ہیں وہیں نام نہاد کاروباری پیر بھی تصوف اور اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا روحانی نظام یعنی تصوف ہی موجودہ سائنس کی طرح انسان کو روحانی مشاہدات تک پہنچا کر اسے عین الیقین اور حق الیقین کے درجے پر فائز کر سکتا ہے اور مادیت زدہ ناپاک باطن اسی سے پاکیزگی کی نعمت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ مگر انتہائی قابل افسوس امر یہ ہے کہ اس پاکیزہ اور موثر روحانی تعلیمات پر مبنی نظام (تصوف) کے ساتھ خود مسلمانوں نے دو انتہاؤں میں بٹ کر ظلم کیا۔ ان انتہاؤں میں بٹے ہوئے مسلمانوں کو اگر دو طبقے کہا جائے تو ان میں سے:

پہلا طبقہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو سرے سے اسلام کے روحانی نظام کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ وہ بیک جنبش قلم تصوف کو عجمی کہہ کر دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کو ہی اسلام کی حقیقی خدمت سمجھتے ہیں اور حتی المقدور صوفیائے اسلام کی ناقابل فراموش خدمات کی مختلف تاویلیں کر کے انہیں شرک کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ فقہی مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) کی طرح سلاسل طریقت کے مختلف مکتبہ ہائے فکر (قادری، نقشبندی، چشتی، رفاعی، سہروردی وغیرہ) کی تقسیم کو بھی اسلام کے خلاف ''گھناؤنی سازش'' قرار دیتے ہیں۔

اس کے برعکس دوسرا طبقہ ان جاہل، بے عمل اور نام نہاد صوفیاء کا ہے جنہوں نے خانقاہی نظام کو بدنام کرنے میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیا علم و عمل سے فارغ ایسے کاروباری پیر آج ہر روپ میں بکثرت پائے جاتے ہیں جو تصوف و طریقت کے پاکیزہ مشن کو باقاعدہ تجارتی دھندا سمجھتے ہوئے حصول شہرت و زر کی اعلی منازل طے کر چکے ہیں۔ اس وقت بے شمار گدی نشین الا ماشاء اللہ ایسے ہیں جو اقبال کے مصرعے '' رہ گئے مجاور خانقاہوں میں یا گورگن'' کے حقیقی مصداق ہیں اور اکثر صاحبزادگان پر زاغوں کی تصرف میں عقابوں کے نشیمن، کی حقیقت فٹ آتی ہے۔ مذکورہ بالا پہلا باغی طبقہ دراصل ایسے ہی بے عمل، گنوار اور جاہل ''صوفیاء'' کا ہی رد عمل ہے۔ دنیا و آخرت سے بے خبر یہ لوگ دراصل نفس پرستی کے جال میں گرفتار ہیں اور مادی دوڑ میں شریک دوسرے تمام طبقات سے زیادہ طریقت کے نام پر دین کے ساتھ منافقت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ برصغیر میں ان دو طبقات کے علاوہ ایک تیسرا طبقہ بھی موجود ہے جو تصوف کے تاریخی کارناموں سے انکار تو نہیں کر سکتا اور اس نظام کو کسی قدر برحق بھی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سمجھتا ہے مگر عملاً صوفیائے اسلام کی تعلیمات سے نہ جانے کیوں الرجک ہے۔ ان میں سے بعض مفکرین کے نزدیک آج تصوف افیون یا ذیابطیس کی بیماری ہے جس سے قوم کو نجات دلانا ضروری ہے۔ حقیقت تو خیر حقیقت ہی ہوتی ہے اس کے لئے کسی کا انکار یا اقرار تصدیق کوئی معنی نہیں رکھتے۔ مگر آج جامد خانقاہیت ظواہر پرستی اور نفس پرستی پر مبنی ، پیری مریدی، اسلام کی روح کو جتنا نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا ازالہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عملی تصوف کو روحانی تربیت کے ذریعے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے متعارف کرایا جائے تاکہ اس دوور زوال میں امت مسلمہ کو پھر سے رازی، غزالی، رومی، جیلانی، ہجویری، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ رحمھم اللہ اجمعین جیسے مردان حق میسر آسکیں۔ تاریخ کے اس اہم موڑ پر اس وقت تجدید و احیائے دین اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت جیسی غیر معمولی ذمہ داری سے عہدہ بر آہونے والے افراد اور اداروں کو وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اسلام کی پیاسی اور روحانی سکون کے لیے ترستی ہوئی انسانیت کو اسلام کے چشمہ صافی تک پہنچانے کا فریضہ پوری دیانت اور خلوص سے سرانجام دینا چاہیے۔"(۲۲)موجودہ زمانے کے اسکالر پروفیسر احمد رفیق اختر جن کے تصوف کے موضوع پر لیکچرز کافی موثر سمجھے جاتے ہیں، وہ تصوف کے بارے کہتے ہیں:

> تصوف اور باقی علوم میں ایک بڑا فرق ہے۔ تصوف میں ذات کو خدا کے حق میں نفی کیا جاتا ہے۔ خدا کے لیے نفس کو مسترد کیا جاتا ہے، اس کی تردید کی جاتی ہے۔ یہ اکیس بائیس جبلتوں کا ایک پیکیج ہے، سنگل نہیں ہے۔ ہماری بنیادی جبلتیں ہیں، جیسے محبت، جارحیت اور سب سے پہلی بقا ہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ بھوک لگتی ہے تو بھوکا آدمی کفر کے قریب ہوتا ہے۔ اسے کچھ کھانے کو ملنا چاہیے۔ ورنہ وہ ہر چیز سے انکار کردے گا۔ مگر جب اٹھارہ جبلتیں ایک دوسری پر اثر انداز ہوتی ہیں تو اصل نفس پیدا ہوتا ہے۔ یہ نفس انسان اتنا پیچیدہ اور مشکل ہو جاتا ہے کہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص اسے سمجھ نہیں سکتا، بلکہ ایک ماہر نفسیات بھی اسے سمجھ نہیں سکتا کیونکہ تمام سائنسز اور تصوف میں ایک فرق ہوتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ پیچیدہ اور اعلی سائنس ہے۔ یہ اعلی ترین سائنس ہے، آرٹ نہیں ہے۔ تصوف ایک ایسی سائنس ہے کہ باقی سائنسز میں آپ کے احساسات شامل بھی ہو جائیں تو نتائج پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ آپ ایک تجربہ کریں۔ چاہے آپ ناراض ہیں، بیمار ہوں، خوش یا ناخوش ہیں۔ آپ کے تجربے کی روٹین اور اس کے نتائج پر فرق نہیں پڑتا مگر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تصوف میں آپ کا ایک ذرہ برابر وجود کا شائبہ اس میں شامل ہو جائے، تو آپ کی معروضیت اور آپ کے نتائج خراب ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہ اتنی پیچیدہ سائنس ہے کہ اس کے عدم توازن کو توازن میں بدلنا بڑا ہی مشکل ہے ۔ اسی وجہ سے یہ علم دنیا کے مشکل علوم کے زمرے میں آتا ہے۔ بڑے سے بڑے فلاسفر بھی اس پیٹرن تک پہنچتے ہوئے تھک جاتے ہیں۔ چنانچہ تمام صوفیاء اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ تصوف سحر علمیہ ہے اور قرآن حکیم میں پروردگار عالم نے کہا کہ میں نے درجات ، عبادات ظاہر میں نہیں رکھے۔[۲۳] امام محمد غزالی اسلامی دنیا کا ایک تابندہ نام ہے۔انہوں نے اپنی آخری عمر میں آپ بیتی تحریر کی جس کا نام "المنقذ من الضلال" ہے۔انہوں نے ظاہری علوم سے باطنی علوم کا سفر کیسے اور کیوں طے کیا اور آخر کار وہ کس نتیجے پر پہنچے۔

انہوں نے اس کے تفصیلی احوال کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

"جب میں ان علوم کے مطالعہ سے فارغ ہوا تو صوفیاء کے مسالک کی طرف متوجہ ہوا مجھے معلوم ہوا کہ صوفیاء کا طریقہ علم اور عمل دونوں سے تکمیل پذیر ہوتا ہے۔ ان کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کو ترک کر دیا جائے۔ اخلاق رذیلہ اور صفات خبیثہ سے دامن بچایا جائے۔ حتی کہ ان کوششوں کے ذریعہ دل کی کیفیت یہ ہو کہ وہاں خداوند قدوس کے سوا کسی چیز کا تصور تک نہ رہے اور دل ذکر الہٰی کی تنویرات سے روشن اور منور ہو جائے۔ میرے لئے علم عمل کی نسبت زیادہ آسان تھا۔ میں نے صوفیاء کی کتب سے ان کے علم کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مثلاً حضرت ابو طالب مکی رحمتہ اللہ علیہ کی "قوت القلوب" حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ کی کتابیں ، حضرت جنید بغدادی ، شبلی اور بایزید بسطامی وغیرہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا ان کے علاوہ دیگر مشائخ کی کتابیں پڑھیں حتی کہ میں صوفیاء کے علمی مقاصد سے آشنا ہو گیا اور تعلیم اور سماع سے جہاں تک ممکن تھا ان کے علوم کو حاصل کیا، یہ بات مجھ پر عیاں ہو گئی کہ تصوف کی حقیقت تک تعلیم و تعلم سے نہیں بلکہ ذوق و وجدان اور تبدیلی صفات سے ہی رسائی ممکن ہے، صحت اور شکم سیری کی تعریف اور اس کے اسباب و شرائط کے جاننے میں اور فی الواقعہ صحت مند یا شکم

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سیر ہونے میں کتنا عظیم فرق ہے اسی طرح نشے کی تعریف جاننے اور یہ سمجھنے کہ وہ حالت جب بخارات معدہ سے اٹھ کر منابع فکر پر چھا جاتے ہیں وہ حالت نشہ کہلاتی ہے کہ درمیان اور فی الواقعہ نشے کی حالت میں ہونے کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو نشے کی حالت میں ہو اس کو تو نشے کی تعریف کا علم ہی نہیں ہوتا، وہ نشے کی حالت میں ہوتا ہے لیکن نشے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا اور جو ہوش و حواس میں ہو وہ نشے کی تعریف اور ارکان کو تو سمجھتا ہے لیکن نشے کی حالت میں نہیں ہوتا۔ طبیب مرض کی حالت میں صحت کی تعریف، اسباب اور صحت بخش دواؤں کو تو جانتا ہے لیکن صحت سے محروم ہوتا ہے۔ یہی فرق زہد کی تعریف، شروط اور اسباب کو جاننے اور حالت زہد میں ہونے کے درمیان فرق ہے جب کہ تو نفس کی باگ دنیا کی طرف سے کھینچ لیتا ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ صوفیاء اصحاب قال نہیں بلکہ اصحاب حال ہیں اور تصوف کے متعلق جو کچھ تعلیم و تعلم سے حل ہو سکتا تھا وہ تو میں نے حاصل کر لیا ہے اور جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس تک رسائی تعلیم و تعلم کے ذریعہ ممکن نہیں بلکہ وہاں تک پہنچنے کے لئے ذوق اور سلوک کی ضرورت ہے۔"(۲۴)

نتائج بحث

درج بالا مخالف و موافق آراء کی تفصیل کے بعد راقم کی رائے یہ ہے کہ تصوف کے مخالف و موافق ہر دو فریق اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

اولاً اس لئے کہ جن حضرات کی نظر میں تصوف دوسرے مذاہب سے ماخوذ ہے، دراصل انہوں نے کبھی عملاً اسلامی تصوف کو اختیار ہی نہیں کیا، کیونکہ آج تک ایسا کوئی شخص دیکھنے میں نہیں آیا جس نے تصوف کو عملاً اختیار کیا ہو اور پھر اسے غیر اسلامی قرار دے کر ترک کر دیا ہو۔

ثانیاً وہ لوگ جنہوں نے محض تصوف کی کتب پڑھ کر کوئی رائے قائم کر لی، انہوں نے اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں فرق کرنے میں خطا کی۔ دراصل دنیا میں جتنے بھی مذاہب رائج ہیں، ان سب میں تصوف موجود ہے اور غالباً ہر مذہب کی بقا اور ترویج میں تصوف کا کلیدی کردار ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ثالثاً جن حضرات نے اپنے زمانے کے مستصوفین کو دیکھ کر تصوف کے بارے میں کوئی منفی رائے قائم کی اس میں اسلامی تصوف کی بجائے خود ان کے اپنے مشاہدے کی کمزوری ہے۔ کیونکہ ہر زمانے میں، ہر جگہ نقال اور جعلساز موجود رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دنیامیں نبوت کے جھوٹے مدعی بھی پیدا ہوئے۔ سو ان جھوٹوں کو دیکھ کر نبوت کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

رابعاً جو حضرات تصوف کے مخالف ہیں انہوں نے شریعت وسنت کے ظاہر کو پیش نظر رکھا۔ جو چیز ظاہر ہو اسے پہچاننے میں خطا کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی ظاہری سنت کو محفوظ رکھنے کے لئے ایسے لوگوں کو پیدا فرمایا جنہوں نے اپنی توجہ فقط ظاہر پر مرکوز رکھی۔

خامساً صوفیاء نے اصل صوفیاء اور جعلسازوں میں فرق کرنے کے لئے کوئی ایسا خط امتیاز نہ کھینچا جو عوام کو جعلسازوں سے محفوظ رکھتا۔ ایسے لوگوں سے عام مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہر بین علماء کو پیدا فرمایا جنہوں نے جعلی صوفیاء کو شریعت کے ظاہر پر پرکھا اور انہیں بے نقاب کیا۔

سادساً شریعت وسنت کے صرف ظاہر پر عمل کرنا ہی مقصودِ اسلام ہوتا تو مؤمن ومنافق میں فرق نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی کامل اتباع کا حکم دیا ہے۔ جس میں ظاہری اعمال کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے جذبات، افکار، کیفیات، احوال اور باطنی مشاہدات کی اتباع بھی شامل ہے۔ صوفیاء کا نظام اس ثانی الذکر اتباع پر مرتکز ہوا۔

سابعاً درج بالا تقریر کی روشنی میں حقیقی اسلام وہ ہے جو ظاہراً اور باطناً شریعت کے موافق ہو۔ اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو ظاہر بین علماء کو تصوف کی اور صوفیاء کو ظاہری شریعت کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد، جامع ترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی الخلافۃ، ص:۳۶۸، بیت الافکار الدولیہ للنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، تاریخ اشاعت غیر موجود

۲۔ ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، جلد:۱، ص:۳۱، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی، ۱۹۶۹ء

۳۔ مہینی، خواجہ محمد بن ابی سعد بن ابی طاہر بن ابی سعید، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید(اردو)، ص:۱۷، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور، ۱۹۸۵ء

۴۔ ایضاً، ص:۱۹

۵۔ الہجویری، علی، داتا گنج بخش، کشف المحجوب(اردو)، ص:۱۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۰۲ء

۶۔ ایضاً، ص:۱۲۰

۷۔ عالم الدین، قاضی، فیض الکریم، ص:۷، کمبائن پرنٹرز، بلال گنج، لاہور، ۱۹۸۶ء

۸۔ سہروردی، شیخ ضیاؤ الدین ابوالنجیب عبد القاہر، آداب المریدین(اردو)، ص:۲۹، تصوف فاؤنڈیشن، ۱۲۴۹ این سمن آباد لاہور، ۱۹۹۸ء

۹۔ اسرار احمد ، ڈاکٹر، حقیقت تصوف، ص:۱۰، مکتبہ مرکزی انجمن خدام قرآن، ماڈل ٹاؤن ، لاہور، جنوری ۲۰۰۳ء

۱۰۔ البیرونی، ابوریحان، کتاب الہند(اردو)، ص:۲۰، بک ٹاک، میاں چیمبرز، ۳ ٹمپل روڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء

۱۱۔ اختر، پروفیسر احمد رفیق، چراغ سر راہ، ص:۱۵۹، مارچ، ۲۰۰۸ء

۱۲۔ ماہنامہ تجزیات اسلام آباد، ملخصًا از mystical islam، تاریخ اشاعت اپریل ۲۰۰۹ء

۱۳۔ فاروقی، شاہ ابوالحسن زید، علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء، ص:۷۳، مکتبہ سراجیہ، ڈیرہ اسماعیل خان، ۱۹۸۳ء

۱۴۔ الصلابی، ڈاکٹر علی محمد، سلطنت عثمانیہ(اردو)، ص:۱۷۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، اگست، ۲۰۰۸ء

۱۵۔ النجدی، الحنبلی، شیخ عثمان بن عبد اللہ ،عنوان المجد فی تاریخ نجد، ج: ۱، ص:۴۲، ادارۃ الملک عبد العزیز، ریاض، ۱۹۸۲ء

۱۶۔ ظہیر، احسان الٰہی، تصوف تاریخ و حقائق، ص:۶۱، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، اگست، ۲۰۱۰ء

۱۷۔ بختیار کاکی، قطب الدین، دلیل العارفین(اردو)، ص:۱۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار، لاہور، اگست ۱۹۹۹ء

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

۱۸۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تجدید واحیائے دین، ص:۱۰۹، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، نومبر، ۲۰۰۹ء

۱۹۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، حقیقت تصوف، ص:۱۴، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، جنوری، ۲۰۰۳ء

۲۰۔ ہشیارپوری، محمد اقبال، اکابر کا سلوک واحسان، ص:۹، مکتبۃ الشیخ، بہادرآباد، کراچی، ۱۳۹۶ھ

۲۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد:۶، ص:۴۳۶، دانش گاہِ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۲ء

۲۲۔ القادری، ڈاکٹر طاہر، حقیقت تصوف، ص:۱۴، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، نومبر، ۲۰۰۰ء

۲۳۔ اختر، پروفیسر احمد رفیق، پس حجاب، ص:۲۳، مارچ، 2008

۲۴۔ غزالی، امام محمد، المنقذ من الضلال (اردو) ص:۶۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور، اپریل، ۱۹۹۹ء